منیر احمد

استاد شعبہ اردو، گورنمنٹ گریجویٹ کالج، خان پور

ڈاکٹر محمد آصف

استاد شعبہ اردو، زکریا یونیورسٹی، ملتان

انیس شاہ جیلانی بطور خاکہ نگار

ANEES SHAH JILANI AS A SKETCH WRITER

Abstract:

Anees Shah Jilani was a brilliant prose writer. His letters to many of his contemporaries are a great read primarily on account of this mastery of Urdu porse. He has more than twenty books in Urdu and Saraiki. He interest in classicial Urdu and Saraiki literature caused him a huge following.

Anees Shah Jillani also been a prominent sketch writer among the literary giants like Rasheed Ahmad Siddiquei, Molvi Abdul Haq, Chiragh Hassan Hasrat, Abdul Majeed Salik, Raees Akhtar Jafery, Shahid Ahmad Dehilvi and Sadat Hassan Manto. Three of his books on sketch writing have been introduced in the literary world had a style of his own.

This Artical is an Analyis of Anees Shah Jillani work on sketch writing, His individuality in sketch writing and how has he reached the tradition of sketch wrtiting introducing a style of his own.

Key words: Anees Shah Jilani, Letters Nigari, Sketch, Saraiki, Rasheed Ahmed Sidiqi, Molvi Abdul Haq, Shahid Ahmed Dehlvi.

ملخص:

انیس شاہ جیلانی ایک معتبر نثر نگار تھے اپنے ہم عصروں کو لکھے گئے خطوط ان کی اردو نثر میں مہارت کی وجہ سے بہت زیادہ پڑھے گئے۔ اردو اور سرائیکی میں ان کی بیس سے زائد کتب موجود ہیں۔ جہاں ان کی اعلیٰ پائے کی اردو تصانیف ہیں وہاں سرائیکی ادب میں بھی انھوں نے اپنا ایک منفرد مقام حاصل کیا۔

رشید احمد صدیقی، مولوی عبد الحق، چراغ حسن حسرت، عبد المجید سالک، رئیس اختر جعفری، شاہد احمد دہلوی اور سعادت حسن منٹو جیسے نامور خاکہ نگاروں میں انیس شاہ جیلانی کا نام نمایاں ہے۔ خاکہ نگاری پر ان کی لکھی گئیں تین کتب جنھیں ادبی دنیا میں متعارف کرایا گیا، جداگانہ حیثیت کی حامل ہیں۔

یہ آرٹیکل انیس شاہ جیلانی کی خاکہ نگاری پر کام، خاکہ نگاری میں ان کی انفرادیت اور خاکہ نگاری کی روایت میں وہ کس طرح جداگانہ انداز حاصل کر پائے، کا تجزیہ ہے۔

کلیدی الفاظ: انیس شاہ جیلانی، خطوط نگاری، سرائیکی ادب، خاکہ نگاری، رشید احمد صدیقی، مولوی عبد الحق، شاہد احمد دہلوی۔

خاکہ نگاری اردو کی اصناف ادب میں ایک اہم مقام رکھتی ہے۔ جس میں کسی شخصیت کا سراپا بیان کرنا ہوتا ہے۔ خاکہ نگاری کے لغوی ابتدائی شکل' نقشہ یا ڈھانچہ کے ہیں۔ کسی تصویر کو لفظوں میں بیان خاکہ نگاری کہلاتا ہے۔ ادبی اصطلاح میں خاکہ وہ تحریر یا مضمون ہے جو کسی شخصیت کا بھرپور تاثر پیش کرے، اسے کسی شخص کی قلمی تصویر بھی کہہ سکتے ہیں۔

خاکہ (Sketch) کو شخصی مرقع بھی کہتے ہیں اور خاکہ نویسی کی شخصیت نگاری کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ ایک اچھے خاکے میں ہم کسی بھی شخصیت کے بنیادی مزاج' اس کا انداز و فکر و عمل اور اس کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کے روشناس ہوتے ہیں۔ اختصار جامعیت خاکہ نگاری کا بنیادی وصف ہے۔

جے اے۔ کوڈون خاکہ نگاری کے بارے میں کہتے ہیں:

> "The basic categries of sketch may be distinguished a short piece of Prose (Coften) of perhaps a thousand to two thousdan words and usually of a descritive kind. Commonly found in newpaper and magazine in some cases it becomes very nearly a short story (Q.V). A well known example is Dickenes,s Sketches by BOz (1939) a series of sketches of life and menners.........." [(1)]

گیان چند جین خاکہ نگاری کے بارے میں کہتے ہیں:

''خاکہ کسی شخصیت کی قلمی تصویر ہوتی ہے۔ اس میں خارجی شخصیت کا بیان بھی ہوتا ہے۔ لیکن اس سے کہیں زیادہ اہم داخلی شخصیت یعنی عادات واطوار، مزاج، نفسیات، پسند وناپسند وغیرہ کی تفصیل ہوتی ہے۔ تاریخی کتابوں میں اگر مصنف کی شخصیت کے بارے میں کوئی علیحدہ باب ہوتا ہے تو وہ خاکہ

ہی ہے۔ خاکہ نگاری دراصل انشائیے سے مل جاتی ہے۔اس کو لکھنے کا انداز بھی انشائیے جیسا ہوتا ہے''۔(۲)

خاکہ نگاری کسی شخصیت کی خوبیوں کے بارے میں نہیں بلکہ خامیوں کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے۔خاکہ نگاری کے لئے قدرت کے بیان کے علاوہ نفسیات کا گہرا مطالعہ ومشاہدہ اشد ضروری ہے۔خاکہ نگاری کو تصورات اور تخیلات سے کام لیناپڑتا ہے۔خاکہ نگاری کی ابتدائی شکلیں ہمیں روزناچوں میں، شاعری میں، سوانح عمری میں اور خود نوشت میں ملتی ہیں۔خاکہ نگاران اصاف ادب سے ابتدائی معلومات یابنیادی معلومات حاصل کرناہے۔خاکہ نگاری کی اقسام کے بارے میں صابر سعید بیان کرتے ہیں: ''تعارفی خاکے'' سرسری خاکے،تاثراتی،توصیفی،بیانیہ اور سنجیدہ، سوانحی' اجتماعی' مزاحیہ اور طنزیہ خاکے''۔(۳)

خاکہ نگاری کے بارے میں مزید صابر سعید لکھتے ہیں:

''کسی زندگی کا ایسا خاکہ یا مرقع پیش کرنا جو مختصر بھی ہو اور جامع بھی یعنی مختصر اتنا ہو کہ ہم اسے ایک نشست میں پڑھ ڈالیں اور جامع ایسا ہو کہ اس کی شخصیت کا کوئی پہلو نظرانداز بھی نہ ہو''۔(۴)

خاکہ نگاری جمیل جالبی کے بقول: ''خاکہ نگاری سیرت نگاری سے بالکل مختلف مختصر افسانے کی طرح ادب کی مقبول ترین صنف ہے''۔(۵)

خاکہ نگاری کے بارے مولوی عبدالحق رقمطراز: ''انسان کا بہترین مطالعہ انسان ہے''۔(۶)

یحییٰ امجد خاکہ نگاری کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''خاکہ ایسی صنف ادب ہے جس میں کسی ایسے انسان کے خدوخال پیش کیے جائیں، کسی ایسی شخصیت کے نقوش ابھارے جائیں جس سے لکھنے والا جلوت اور خلوت میں والا ہو۔اس کی عظمتوں اور لغرشوں سے واقف ہوا ہو''۔(۷)

خاکہ نگاری کی ابتدا تو بجا طور پر محمد حسین آزاد کی آب حیات کو جانا جاتا ہے۔جس میں خاکہ نگاری کے ابتدائی نقوش ملتے ہیں مگر فرحت اللہ بیگ کا خاکہ ''نذیر احمد کی کہانی کچھ میری اور کچھ ان کی زبانی'' کو اردو باقاعدہ پہلا خاکہ ماناجاتاہے۔اس ضمن میں حسن چشتی کی رائے ملاحظہ فرمائیں:

''اردو میں خاکہ نگاری نے ایک طویل سفر طے کر لیا ہے۔ لیکن حسن اتفاق دیکھئے کہ ہماری زبان کو ۱۹۲۷ء میں جو سب سے پہلا خاکہ ''ڈپٹی نذیر احمد کی کہانی کچھ میری کچھ ان کی زبانی'' ملاوہ اپنے عہد کے مزاح نگار مرزا فرحت اللہ بیگ کی دین تھا وہ بھی ایک شاہ کار کی حیثیت رکھتا ہے''۔ (۸)

خاکہ نگاری کی شاندار اور روایت میں رشید احمد صدیقی (گنجے ہائے گراں مایہ) مولوی عبدالحق (چند ہم عصر)، چراغ حسن حسرت (مردم دیدہ) عبدالمجید سالک کی (یارانِ کُہن)، رئیس اختر احمد جعفری (دیدوشنید)، شاہد احمد دہلوی (گنجینہ گوہر)، منٹو (گنجے فرشتے) شامل ہیں۔ نئے خاکہ نگاروں میں مرزا ادیب، ڈاکٹر وزیر آغا، مختار مسعود اور انیس شاہ جیلانی شامل ہیں۔

انیس شاہ جیلانی ایک ایسا خاکہ نگار ہے جس کے خاکہ نگاری میں انفرادیت قائم رکھنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ شاید اس کی وجہ ان کا منفرد اور موثر انداز بیان ہو مگر حقیقت یہ ہے کہ انیس شاہ جیلانی کی شخصیت بھی منفرد ہے۔ اور اس کی شخصیت میں ایک خاکہ نگار اور ایک کہانی کار بھی موجود ہے یہی وجہ ہے کہ جب انیس شاہ جیلانی کا قلم خطوط نویسی کی طرف چلا تو وہ منفرد تھے، جب سفر نامہ تحریر کیا تو اس میں جدت تھی اور خاکے لکھے تو وہ بھی ایک نئے انداز کے ساتھ، انیس شاہ جیلانی نے نہ تو خطوط نویسی اور نہ سفر نامہ لگے بندھے اصولوں کے مطابق لکھا یہی وجہ ہے کہ ان کے خطوط نویسی اور سفر نامہ نگاری بھی مختلف حیثیت کی حامل ہیں اور ان کے خاکے بھی منفرد ہیں۔

انیس شاہ جیلانی نے اُردو خاکوں کی تین کتابیں تحریر کی ہیں۔ جن میں ''آدمی آدمی انتر'' ''نوازش نامے'' اور ''آدمی غنیمت ہے'' ان کتابوں کو ادبی دنیا میں متعارف کرانے میں کامیاب ہوئے۔ آدمی غنیمت ہے ''نوازش نامے'' چھ شخصیات کے کاکے ہیں ''آدمی آدمی انتر'' میں سترہ شخصیات کے خاکے ہیں۔

انیس شاہ جیلانی نے دلشاد کلانچوی کے علاوہ باقی خاکے ان لوگوں کے لکھے ہیں۔ جنہیں وہ خود مل چکے تھے۔ رئیس امروہوی اور زاہدہ حنا کے خاکے اردو اور سرائیکی (دونوں زبانوں میں) تحریر کئے ہیں۔ ''آدمی آدمی انتر'' اور ''نوازش نامے'' میں موجود خاکے صرف ایک ایک دو دو صفحات پر مشتمل ہیں۔ ''نوازش نامے'' اور ''آدمی آدمی انتر'' میں انیس شاہ جیلانی اور دیگر شخصیات کے خطوط اور دیگر حوالوں سے حاصل کردہ مواد کی مدد سے خاکے تحریر کئے ہیں۔ یہ خاکہ نگاری کے فن پورا نہیں اترے کیونکہ یہ خاکے پڑھ کر ان شخصیات کے بارے میں زیادہ جاننے کا موقع نہیں ملتا بس چلتے چلتے کچھ معلومات حاصل ہو جاتی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ان خاکوں کو پڑھ کر شخصیت کی زندہ تصویر ہمارے ذہن میں نہیں ابھرتی اور قاری تشنگی باقی رہتی ہے۔ انیس شاہ جیلانی ہمیں کسی شخصیت سے اس طرح

متعارف نہیں کراتے کہ ہم خاکہ پڑھ کر یہ کہہ سکیں کہ ہم انہیں جانتے ہیں بس یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہلکے ہلکے انداز سے بعض شخصیتوں سے ہمیں روشناس کروایا ہے۔ان دونوں کتابوں کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان تمام مضامین کو خاکوں کی صف میں شامل نہیں کیا جاسکتا البتہ مضامین میں خاکہ نگاری کے کچھ اوصاف ضرور ملتے ہیں تاہم کتاب کا کوئی مضمون بھی ایسا نہیں ہے جس کو مکمل خاکہ کہہ سکیں۔خاکوں کی نوعیت تعارفی ہے جس کا خود انیس جیلانی بھی اعتراف کرتے ہیں:

''شوق یہ تھا اور ہے کہ شاعروں اور ادیبوں کی قلمی تحریریں جمع کی جائیں بات مختصرات سے آگے نکل چکی ہے مکمل مسودات کا ڈھیر لگا لیا ہے چھوٹے چھوٹے کتابچوں کی شکل میں جو کچھ سامنے آئے چھپوا دوں''۔(۹)

یہ ایسے مضامین ہیں جن کے پڑھنے سے شخصیت کی زندگی کا ایک اور گوشہ قاری کے سامنے آجاتا ہے جبکہ شخصیت کی مکمل تصویر اور کردار کی جھلکیاں قاری کی نظر سے اوجھل ہی رہتی ہیں اُن کے خاکوں کا زیادہ تر مواد اُن کے مکتوب سے لیا ہے۔اس کا ذکر انیس شاہ جیلانی ''نوازش نامے'' کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں:

''میں نے اُن مکاتیب کے ساتھ ساتھ اپنے تاثرات بھی لکھ ڈالے ہیں۔ممکن ہے سنجیدہ طبائع پر یہ ناگوار گزریں لیکن اس میں شبہ نہیں جو کچھ لکھا ہے وہ صرف یہ ہے کہ حقیقت ہے بلکہ ناقابل تردید ہے۔جیسا پایا ویسا ظاہر کر دیا''۔(۱۰)

اگر خاکہ نگاری کی تمام فنی خوبیوں کو سامنے رکھ کر خاکہ نگاری کی تمام کتابوں کا جائزہ لیا جائے تو ایسی بہت سی کتابوں کو خاکہ نگاری کی صف سے خارج کرنا پڑے گا جن میں عبدالسلام خورشید کی ''وے صورتیں الٰہی'' وغیرہ شامل ہیں جنہیں ڈاکٹر بشیر سیفی۔یحییٰ امجد یا دوسرے خاکہ نگاری کے نقادوں نے خاکوں کی کتابیں کہا ہے جن میں خاکہ نگاری کے کچھ اوصاف ملتے ہیں اس طرح انیس جیلانی کی ''آدمی آدمی انتر'' اور ''نوازش نامے'' کو بھی اس بنا پر خاکہ نگاری کی صف میں شامل کیا جاسکتا ہے کہ اس میں کچھ مضامین ایسے بھی ہیں جن میں خاکہ نگاری کے کچھ اوصاف موجود ہیں۔لیکن ان کی اردو خاکوں کی کتاب'' آدمی غنیمت ہے'' دوسری کتابوں کے مقابلے میں زیادہ اہمیت کی حامل ہے اور یہ کتاب انیس جیلانی کی فنی صلاحیتوں کا منہ بولتا ثبوت ہے احمد ندیم قاسمی انیس جیلانی کی فنی صلاحیتوں کا اعتراف کرتے ہوئے اپنے مضمون میں لکھے ہیں:

''بارہ معروف افراد کے مزاج و کرادر کے یہ تجزئے ایک گوشہ نشین مگر بے حد سرگرم شخصیت انیس نے لکھے ہیں اور بڑے جذبے اور جرات سے لکھے ہیں''۔(۱۱)

انیس جیلانی کی اس کتاب کی سب سے بڑی خصوصیت اور انفرادیت یہ ہے کہ انہوں نے اس کتاب میں مختلف شخصیات کی خاکہ نگاری کے علاوہ پیش لفظ میں خاکہ نگاری کے فن پر بھی بحث کی ہے خاکہ نگاری کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''خاکے کی مختصراً تعریف یہ ہونی چاہیے کہ لفظوں کے سہارے کسی چلتی پھرتی شخصیت میں صفحہ قرطاس پر جان ڈال دینا، یہ کوئی آسان اور معمولی کام نہیں ہے بے حد مشکل اور دار ورسن کی آزمائش والی بات ہے''۔ (۱۲)

انیس جیلانی کی اس خصوصیت کا اعتراف کرتے ہوئے احمد ندیم قاسمی لکھتے ہیں:

''خود مصنف نے ابتدائیے میں تحریر کیا ہے کہ اردو خاکے کا مزاج کیا ہے؟ مجھے اس سے بحث نہ یہ میرا منصف تاہم اچھی اچھی پیاری پیاری اور روفرسا اور دلآویز یادوں کو تھوڑا سا یکجا کر دینے کا نام بھی خاکہ ہو سکتا ہے''۔ (۱۳)

انیس کے یہ خاکے ذاتی تاثرات اور احساسات کے آئینہ دار ہیں خاکہ نگاری کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ اس میں خود خاکہ نگاری کی شخصیت کی جھلک بھی نظر آتی ہے اگر یہ بات سچ تسلیم کر لی جائے تو ان خاکوں میں انیس کی اپنی شخصیت پس پردہ تو موجود رہتی ہے لیکن وہ کھل کر ہمارے سامنے نہیں آتی وہ زیادہ تر بیانیہ انداز میں خاکہ نگاری کرتے ہیں اپنی شخصیت کو خوا مخواہ نمائش کرنے کی نہ ہی وہ یہ بات پسند کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ انیس جیلانی ان خاکوں میں کہیں کہیں اپنی جھلک ضرور دکھاتے ہیں لیکن غیر ضروری طور پر اپنے آپ کو خاکہ کی موضوع شخصیت پر حاوی نہیں کرتے وہ خاکہ ''میں'' کا صیغہ بہت کم استعمال کرتے ہیں اصولی طور پر خاکہ نگار کو زیر موضوع شخصیت کو بھرپور انداز میں پیش کرنا چاہیے یہ درست ہے کہ ہم اپنے طور پر پہنچان سکیں نہ کہ خاکہ نگار کی نظروں کی مدد سے اسے پہنچانیں جیسا کہ وہ لکھتے ہیں:

''۱۹۶۶ء کی ایک دوپہر کو جوش صاحب کی زبانی بھی جو کچھ سنا وہ یہ تھا کہ ہوش بلگرامی اور نیاز صاحب کو کھانے پر بلایا گیا ۔ جوش صاحب کے ایک عزیز ابرار حسن خان پی کر بہکتے اور گالیاں بکتے، بوچھاڑ نیاز و ہوش پر بھی پڑی غلط فہمی یہ پیدا ہوئی کہ یہ سب کچھ میزبان کے ایما سے ہوا ہے، دلوں میں کدورت آگئی اور وہ ایک مدت تک رہی یہ واقعہ سن کر میں اس سوچ میں پڑھ گیا کہ جوش اور ابرار حسن نے شغل فرمایا ہو گا بدگمانی یہ کہ حضرت نیاز اور ہوش نے بھی شیشے کی پری کو دل کے آئینے میں ضرور اتارا ہو گا اس کی تصدیق یا تردید کیونکر ہوتی جبکہ نیاز کی مے نوشی کا چرچا کبھی عام ہوا ہی نہیں''۔ (۱۴)

انیس جیلانی کی یہی انفرادیت ہے کہ وہ کسی شخصیت کے بارے میں تاثرات لکھتے ہوئے اپنے فیصلے مسلط نہیں کرتے بلکہ وہ ان تاثرات وواقعات کو اس طرح تحریر کرتے ہیں کہ قاری خود انہیں دیکھ سکتا ہے سمجھ سکتا ہے اور اس کے بارے میں خود فیصلہ کر سکتا ہے۔

انیس جیلانی کے خاکوں میں ہمیں خاکہ نگاری کی شخصیت پس پردہ تو محسوس ہوتی ہے لیکن وہ پس پردہ بیٹھ کر پتلیوں کو تماشا نہیں دکھاتے بلکہ ہمارے سامنے کسی شخصیت کو لا کر خود اسے دیکھنے، محسوس کرنے اور فیصلہ کرنے کے لئے آزاد چھوڑ دیتے ہیں وہ بیانیہ انداز میں بیان کرتے چلے جاتے ہیں ان کی بیانیہ کا سب سے بڑا وصف یہ ہے کہ خاکہ میں موجود شخصیت زندہ ہو کر ہمارے سامنے آجاتی ہے۔ وہ اقاری کو اس شخصیت سے قریب کر دیتے ہیں جس کا وہ خاکہ کھینچ رہے ہوں۔ انیس جیلانی نے اپنے انداز سوانح خاکہ نگاری کا نہیں رکھا یہ بات بھی نہیں کہ وہ بالکل سوانحی حالات کو بالکل چھوتے ہی نہ ہوں انہوں نے یہ خاکے اس وقت لکھے جب یہ شخصیات جوانی سے بڑھاپے کی دہلیز پر قدم رکھ رہی تھیں۔ انیس جیلانی نے اس لئے ان کے سوانحی خاکے لکھنے کی بجائے تاثراتی اور واقعاتی خاکے تحریر کئے ہیں ان کی یاداشت میں اگر کسی شخصیت سے وابستہ یا محفوظ تھیں یا اس شخصیت کے بارے میں کچھ ان کے ذہن میں موجود تھے یا اپنے نام ان شخصیات کے خطوط کے ذخیرہ سے استفادہ کرتے ہوئے ان کے خاکے تحریر کئے ' انکے حیرت انگیز حافظ کی داد دینی پڑتی ہے کہ اس قدر پرانے واقعات اور ان شخصیتوں کے حلیے انہیں یاد رہے جب انہوں نے ان واقعات کی باز آفرینی کی تو ان کی سراپا کشی اس طریقے سے کر دی کہ وہ شخص ہمارے سامنے جیتا جاگتا بولتا چالتا نظر آجائے۔

انیس جیلانی نے جس طرح زندگی گذاری اس کی واضح جھلک بھی ان خاکوں میں بخوبی ملتی ہے کراچی میں رئیس جعفری کے گھر رہے، جوانی کے مشاغل، ان کی قلبی واردات، لکھنؤ کا سفر بیماری کے واقعات کے علاوہ اپنے بھائی اور اپنے بیٹے کے ہاتھوں جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا سب ان خاکوں میں نظر آتا ہے۔ اپنی شخصیت کی نمائش کے بارے میں ذکر کرتے ہیں:

> ''میں جس کی تصویر کھینچتا ہوں وہ بھی تو ہو سکتا ہوں میں خود بھی بہت نظر آؤں گا اسے آپ خود نمائی نہیں موضوع سے والہانہ ربط اور انکشاف ذات سے تعبیر اگر نہ کیجئے گا تو میرا ممدوح میرے پہلو سے نکل کر بھاگنے میں بھی کامیاب ہو سکتا ہے اگر میں نہ ہوں تو کون ہوگا''۔ (۱۵)

اے ک اہم بات یہ ہے کہ انیس کی شخصیت ان خاکوں میں اس طرح جلوہ گر ہے کہ ان کی سوانح مرتب ہو گئی ہے اور ذرا سی محنت سے انیس جیلانی کی زندگی کے نشیب و فراز ان خاکوں سے علیحدہ کئے جا سکتے ہیں۔انیس جیلانی نے زیادہ تر ان لوگوں کے خاکے لکھے ہیں جن سے ان کی ملاقات ہوتی رہتی تھی۔انہوں نے رشید احمد صدیقی کی طرح مردوں کے خاکے نہیں لکھے۔اس بارے میں رقمطراز ہیں:

''میں نے یہ خاکے بے ساختہ لکھے ہیں۔مردوں کے کفن نہیں پھاڑے،تاہم ضرورت پڑے تو اس میں قباحت بھی کیا ہے، زندوں سے خوفزدہ میرا دل ہو سکتا ہے، قلم گردن ناپنے میں بہت بیباک ہے''۔ (۱۶)

انیس جیلانی کسی شخصیت سے وابستہ واقعات کو ترتیب سے پیش نہیں کرتے بعض اوقات تو ان کی ترتیب بالکل معکوس ہوتی ہے کہ بڑھاپے سے آغاز کر کے جوانی اور لڑکپن تک پہنچے اور اس طرح عمر رفتہ کو آواز دیتے ہیں۔انہوں نے دلچسپ غیر دلچسپ اور سنجیدہ وغیرہ سنجیدہ واقعات لکھتے ہوئے کوشش کی ہے کہ پڑھنے والے کی توجہ ان کے خاکے سے ہٹنے نہ پائے۔رئیس امروہوی کی زندگی کے واقعات ہوں یا مبارک شاہ کے، رئیس احمد جعفری کے کارنامے ہوں یا شاہد دہلوی کے' انکا بیانیہ اس قدر موثر ہوتا ہے کہ پڑھنے والا ان کے بیانیہ کے سحر میں کھو جاتا ہے وہ دلچسپ واقعات لکھنے کی شعوری کوش نہیں کرتے ہاں اگر کسی شخصیت کا ذکر کرتے ہوئے اس سے متعلق کوئی دلچسپ بات ذہن میں آ گئی تو اسے بلا تامل بیان کر دیتے ہیں۔مثلاً مبارک شاہ کی سراپا نگاری کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''جوانی بڑھاپے میں وزن قریب قریب دو من دو سیر سے نہ گھٹا نہ بڑھا، آخری دو سال البتہ دھوپ چھاؤں کی رہی، ہاں یہ تو میں بھول ہی رہا ہوں۔بتیسی ہم نے ان کی دیکھی ہی نہیں البتہ اتنا ضروری تھا کہ ایک ہی داڑھ رہ گئی تھی جس پر وہ پیسٹ اور برش گھسا کرتے تھے''۔ (۱۷)

انیس جیلانی خاکے میں کسی شخصیت کی بد حواسیوں کا ذکر اس طرح نہیں کرتے کہ وہ ہمیں فاتر العقل نظر آنے لگے اور نہ وہ اپنے ہیرو کی مضحک تصویر بنا کر ہمارے لئے دلچسپی کا سامان پیدا کرتے ہیں۔صاف ظاہر ہے کہ ستر اسی سال کی بزرگ کے گزشتہ واقعات جاننے کے لیے انہیں اس بزرگ کی بیشتر زندگی میں مراجعت کرنی پڑتی ہے وہ اس جھنجٹ میں نہیں پڑتے اور اپنی معلومات موضوع شخصیت کا حلیہ، چال ڈھال، لباس اور انداز گفتگو سب کچھ بتا دیتے ہیں مثلاً ضیاء الدین برنی سے ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے ان کی چال ڈھال، لباس انداز گفتگو کے بارے میں لکھتے ہیں:

''صحت جب میں ان سے ملا ہوں قابل رشک ہر گز نہ تھی، بڑھاپا غالب، آنکھیں کچی، ٹانگیں خارش زدہ، بھرا بھرا جسم، پست قامت، گول تالو کا کمانی وار چشمہ، ٹائی، جناح ٹوپی، پتلون کوٹ ڈھیلے ڈھالے، گھر میں بنیان پتلون بھی، باتیں بڑی ڈل آویز دھیما، ہر بات میں ٹھہراؤ، باتیں آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کریں گے''۔ (۱۸)

انیس جیلانی مولوی عبدالحق کی طرح معلم اخلاق نہیں بنتے اور نہ یہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے زمانے میں لوگوں میں اخلاقی قدریں کیا تھیں اور اب زمانے کو کیا ہو گیا ہے وہ اس بات کا ادراک رکھتے ہیں کہ ہر عہد کی اپنی اخلاقی اور ادبی قدریں ہوتی ہیں۔

شاہد احمد دہلوی اور دلشاد کلانچوی کے عہد میں جو فرق ہے وہ فرق ان شخصیتوں کے کردار میں بھی ہو گا وہ رئیس جعفری کے داد عیش اور رئیس امروہوی کی بادہ نوشی کا ذکر کرتے ہیں تو اخلاق وعظ سناتے نہیں بیٹھتے البتہ ان بری عادتوں کا ذکر اس طرح کرتے ہیں کہ ان سے کراہت پیدا ہوتی ہے۔ مثلاً رئیس احمد امروہوی کی شراب نوشی کے بارے میں لکھتے ہیں:

''سچ ہے اونٹ کی داڑھ میں زیرے کا کیا کام، چار پیالے تو انہوں بہکا نہیں سکتے۔ ترنگ میں آکر آگے بڑھ جائیں اول فول بکنے لگتے ہیں، زبان تھتھلانے لگتی ہے اور ہوش نہیں رہتا کہ کیا کہہ رہے ہیں''۔ (۱۹)

انیس جیلانی کے خاکے نگاری کی ایک اہم خوبی یہ ہے کہ انہوں نے حلیہ نگاری کا فریضہ مکمل فنکاری سے ادا کیا ہے وہ جب کسی شخصیت کا خاکہ لکھتے ہیں تو اس کا حلیہ، اس کا سراپا، چہرہ مہرہ، لباس، عادات، مشاغل کا نقشہ اس طرح کھینچتے ہیں کہ پڑھنے والے کے سامنے اس کی ہو بہو تصویر بن جاتی ہے مثلاً وہ رئیس جعفری کے بارے میں رقمطراز ہیں:

''رنگ کھلتا ہوا گندمی، کسی قدر لبوترے چہرے کا تھا، بھرا بھرا جسم بالکل سفید میدہ، کھڑی ناک، جٹی ہوئی بھنویں، ان کی تراش خراش قینچی سے ہوتی رہتی تھی، دھنسی ہوئی چھوٹی چھوٹی آنکھیں گہری اور روشن، سینہ کشادہ، بازو کھلے ہوئے، قد نکلتا ہوا، ہونٹ پتلے دہانہ تنگ تھا، ہاتھ لمبے اور انگلیاں مخروطی بال کھچڑی اور سلامت''۔ (۲۰)

انیس جیلانی کے خاکوں کی ایک خصوصیت ان کی جزئیات نگاری ہے وہ کسی شخص کے بارے میں بات کرتے ہوئے چھوٹی سے چھوٹی بات کو بھی نظر انداز نہیں کرتے یہ چیز ان کے قومی مشاہدہ کی صلاحیت کا اعتراف کرنے پر مجبور کرتی ہے نسیم بلوچ اپنے مضمون میں انیس جیلانی کی اس صلاحیت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اردو زبان میں ان کے خاکوں کا مجموعہ ''آدمی غنیمت ہے انکے قومی مشاہدے اور موثر انداز بیان کا شاہکار ہے''۔ (۲۱)

انیس جیلانی جزئیات نگاری میں اختصار کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے لیکن بعض خاکوں میں ایسی باتیں دور آتی ہیں جن کی وجہ سے خاکے بے ربط اور طویل ہوگئے ہیں اس سلسلے میں بات کرتے ہوئے سید مبارک شاہ جیلانی اپنے رائے میں لکھتے ہیں:

''آپ کا مضمون غور سے مطالعہ کیا گیا بعض غیر متعلق باتیں بھی آگئی ہیں لیکن یہ بہت کام کی ہیں ان کو اسی حالت میں رہنا ضروری ہے''۔ (۲۲)

انیس جیلانی ہیرو پرست نہیں ہیں اس لئے وہ اپنے موضوع شخص ایسی خوبیاں بیان نہیں کرتے جسے پڑھ کر یہ محسوس ہو کہ یہ شخص مافوق الفطرت خوبیوں کا مالک ہے وہ اپنے موضوع شخص کے محاسن اور مصائب پوری ایمانداری کے ساتھ بیان کر دیتے ہیں لیکن مصائب کے بارے میں بیان کرتے ہوئے وہ اتنی احتیاط ضرور کرتے ہیں کہ ان کے موضوع شخصیت کے بارے میں کوئی منفی تاثر پیدا نہ ہو۔ وہ نہ تو برائیوں کی ملمع سازی کر کے انہیں اچھا بناتے ہیں نہ خوبیوں پر مٹی ڈال کر انہیں ہماری نظروں سے اوجھل کرتے ہیں یہاں تک کہ حیرت شملوی، نیاز فتحپوری، رئیس جعفری اور رئیس امروہووی کی خامیوں کو بھی نظرانداز نہیں کرتے ان کے ہاں عیب عیب ہی رہتا ہے ان کے ذاتی نظریات خیر وشر کے معیارات اور تہذیبی اقدار کا ذکر اس طرح ہوا ہے کہ ہم ان کے بارے میں بھی اچھی طرح جان لیتے ہیں جیسا کہ انیس جیلانی رقمطراز ہیں:

''اگر موضوع گفتگو کوئی خاص کرادر ہے تو ہم کو اس کی انہیں خصوصیات کو سامنے رکھ کر گفتگو کرنا ہوگی جن سے وہ زیادہ پہنچانے جاتے ہیں اور اگر کوئی بات ان میں ایسی پائی جائے گی جو ان کے مسلمہ کرداری خصوصیات کی متناقص ہے تو اس پر بھی گفتگو کرنے کا حق ہم کو پہنچتا ہے''۔ (۲۳)

انیس جیلانی کی اسی خصوصیت کا ذکر کرتے ہوئے احمد ندیم قاسمی لکھتے ہیں:

''یہ خاکے پڑھ کر بعض شخصیات سے پیار ہونے لگتا ہے اور بعض سے شکایت پیدا ہونے لگتی ہے کہ وہ ایسے کیوں تھے جب کہ اس سے مختلف بھی ہو سکتے تھے''۔ (۲۴)

انیس جیلانی اپنی موضوع شخصیت کی خوبیاں تو تفصیل سے بیان کرتے ہیں لیکن ان کی خامیوں کا سرسری ذکر کر کے آگے گزر جاتے ہیں اپنی اسی عادت کے بارے میں لکھتے ہیں:

''صاف گوئی کو عیب جوئی کہہ کر پہلو بچایا اور خاطر میں نہیں لایا جاتا۔ میں تو اپنی والی کوشش یہی کرتا ہوں جیسا جس جو پایا گھسیٹ دیا مرنے والے کی خوبیوں کو یاد کرواس کی بشری خامیوں، کمزوریوں اور خرابیوں نے لاکھ معاشرتی فساد برپا کئے ہوں پی جاؤ''۔ (۲۵)

انیس جیلانی کے اس نظریے کی روشنی میں دیکھیے کہ شاہد احمد دہلوی کا خاکہ مداہانہ رئیس امروہوی کا ذاتی اختلافات کی بنا پر جانبداری کا شکار نظر آتا ہے لیکن ان کا یہ رویہ تمام خاکوں میں نہیں پایا جاتا۔ رئیس جعفری اور دوسری شخصیات کے خاکے غیر جانبداری اور فنی عظمت کا منہ بولتا ثبوت ہے ں۔انیس جیلانی کے اس انداز کے بارے میں احمد ندیم قاسمی لکھتے ہیں:

''ان شخصیات میں شاہد احمد دہلوی، نیاز فتحپوری، غلام رسول مہر، رئیس امروہوی، ماہر القادری، زاہدہ حنا، ڈاکٹر محمد ایوب قادری اور رئیس جعفری سے تو ادب سے دلچسپی رکھنے والے بخوبی متعارف ہیں مگر تعارف کا جو انداز سید انیس شاہ نے اختیار کیا ہے وہ دلچسپ بھی ہے، مفرد بھی ہے اور انکشاف خیز بھی ہے۔ حیرت شملوی قاضی احسان اور شجاع آبادی، ضیاءالدین برنی اور مصنف کے والد گرامی سید مبارک شاہ جیلانی سے قارئین کا تعارف مکمل نہیں ہو گا مگر سید انیس شاہ نے اسے مکمل کر دیا ہے''۔ (۲۶)

اپنے نظریات کے بارے میں انیس جیلانی کہتے ہیں:

''میں تو کھری کھری سنانے کا قائل ہوں، شخصیت، خیر و شر کا مرقع اور مجموعہ اور افدادنہ ہو یہ کیونکہ ممکن ہے، میں نے خرابیوں کو شامل مسل کرنے کی جستجو نہیں کی''۔ (۲۷)

اسی طرح حیرت شملوی کے خاکہ میں لکھتے ہیں:

''میں تصویر کے دونوں رخ دیکھنے کا عادی تو خیر البتہ پسند ضرور کرتا ہوں تاریک اور روشن دونوں رخ سامنے ہوں کہ زندگی عبارت ہی نیک و بد سے ہے۔ عیب و ثواب کا چولی دامن کا ساتھ ہے نہ آپ مکمل فرشتہ ہو سکتے ہیں نہ شیطان''۔ (۲۸)

زاہد حنا کے خاکہ میں انیس جیلانی کا فنکارانہ صلاحیتوں کا اعتراف کرتے ہوئے احمد ندیم قاسمی رقمطراز ہیں:

''سبھی خاکے دلچسپ اور دلآویز ہیں البتہ زاہدہ حنا کا خاکہ دلآویز ہونے کے ساتھ ہی بعض مقامات پر روح فرسا بھی معلوم ہونے لگتا ہے''۔ (۲۹)

انیس جیلانی کی واعہ نگاری کے بارے میں ایک بات کہ وہ واقعات پر واقعات نہیں لکھتے۔ وہ جہاں واقعہ بیان کرنا چاہتے ہیں اس کے پس منظر اور پیش منظر کا بھی ذکر دیتے ہیں خاکہ لکھتے وقت واقعہ نگاری کرنا ایک مشکل کام ہے

کیونکہ اگر کسی خاکہ کو دلچسپ بنانے کے لے واقعہ نگاری سہارا لیا جائے تو شخصیت پس پردہ چلی جاتی ہے اور قارئین کی دلچسپی واقعات پڑھنے تک محدود ہو کر رہ جاتی ہے۔ لیکن واقعہ بیان کرتے ہوئے اس شخص کی اگر اس میں شمولیت کے عمیق مطالعے اور اخلاقی و جمالیاتی اوصاف کا ذکر بھی کیا جائے تو خاکہ زیادہ بھرپور اور مکمل سمجھا جائے گا۔ انیس جیلانی کے خاکوں کی یہی خصوصیت ہے کہ وہ واقعہ نگاری کرتے ہوئے نفسیاتی تجزیہ بھی کر جاتے ہیں وہ خاکہ میں موجود مرکزی شخصیت اور دوسری شخصیتوں کے خدوخال بھی واضح کرتے ہیں جیسا کہ انیس رقمطراز ہیں حیرت شملوی کے خاکے میں:

''ایک بچے کے والد نے ماہانہ معاوضہ دس روپے نذر کیا مرحوم نے پانچ روپے یہ کہہ کر واپس کر دیئے کہ جتنا کچھ میں نے اس بچے کو پڑھایا اس کا معاوضہ پانچ سے زیادہ نہیں بنتا۔ دینے والے کی آنکھیں پھٹی پھٹی رہ گئیں اسے اپنی سماعت میں فرق آجانے کا احساس ہوا بھلا اس ایٹمی دور میں گھر آئی مایا کو یوں کون ٹھکراتا ہے لیکن اس مرد غیور نے زبردستی بچے کی جیب میں یہ کہہ کر ٹھونس دیئے لو بیٹا یہ ہماری طرف سے ہیں میں نے یہی کہوں گا مرحوم کو یہ خیال رہتا تھا کہ لوگ میری ظاہری حالت کو دیکھ کر ترس کھاتے اور دو چار زائد دے کر ممنون کرتے ہیں''۔ (۳۰)

ہم دیکھتے ہیں کہ اس مختصر سے واقعہ میں کس طرح حیرت شملوی کی خودداری واضح کی گئی ہے یہی انیس جیلانی کا کمال ہے وہ تبصرہ کئے بغیر قارئین کے سامنے کوئی واقع رکھ دیتے ہیں اور قارئین خود ہی نتیجہ اخذ کر لیتے ہیں اس طرح رئیس احمد جعفری کے عام معمول اور قادیانیوں سے نفرت کا اظہار کس طرح شگفتہ انداز میں کرتے ہیں:

''لکھنے پڑھنے سے وہ کہیں نہیں چوکتے تھے، بیت الخلاء میں بغیر اخبار کے جانا ممکن ہی نہیں تھا، یہ بھی ایک لطیفے سے کم نہیں کہ روزنامہ زمیندار لاہور کے تقریباً تمام اداریے بیت الخلاء میں لکھے گئے مگر وہ خوبو جو اس مقام سے مخصوص ہے، ان اداریوں میں نہیں پائی جاتی، صبح ہی صبح ادھر چپڑاسی آیا ادھر وہ کاغذ قلم سنبھال کر پہنچے مرزا صاحب کے حضور بے تکلف قادیانی احباب کو اڑانے اور چڑھانے کے لئے انہوں نے مرزا صاحب کی اصلاح گھڑ رکھی تھی' جب بھی بیت الخلاء جانے کی ضرورت پڑتی کہتے! بھئی ہم تو چلے مرزا صاحب کے ہاں''۔ (۳۱)

اسی طرح ماہر القادری کی انگریزی زبان سے لاعلمی کے باعث پیدا ہونے والی دلچسپ صورتحال اس طرح تحریر کرتے ہیں:

''پیرس کے ایک ہوٹل میں کھانا کھاتے زبان کی اجنبیت کی وجہ سے ہاتھ کے انگوٹھے کا اشارہ کر کے وہاں کام کرنے والی نوعمر دوشیزہ سے پانی مانگا تو وہ دلربا مسکرا کر رہ گئی دوبارہ آنکھیں چار ہوئیں، تب اس کا وہی عالم اس معنی خیز مسکراہٹ

سے یہ سٹپٹائے تو وہ الیلی ناز قریب آئی اور اٹھلا کر بولی حضور ہمارے یہاں تو انداز التجائے بوس و کنار کے لئے تجویز کیا گیا ہے، پانی روک سے پیا آپ ہاں پیا جاتا ہے مانگا ہمارے ہاں جاتا ہے"۔ (۳۲)

وہ واقعات کو اس طرح تسلسل سے بیان کرتے ہیں کہ فکر کی ایک لڑی بن جاتی ہے وہ رئیس احمد جعفری کی جس زدگی بلکہ جنسی بے راہ روی اور رئیس امروہوی کی شراب نوشی کا ذکر کرتے ہوئے اپنے استکراہ کو چھپا نہیں سکتے بلکہ وہ ان خبائث کا ذکر اس طرح کرتے ہیں کہ قاری یہ سمجھنے لگتا ہے کہ خاکہ کی موضوع شخصیت ان نشہ آور اشیاء کے ہاتھوں بے بس ہے۔ رئیس احمد جعفری کی عیاشی کو لفظوں کے پردوں میں یوں بیان کرتے ہیں:

"آسمان نامی لڑکی نے ڈورے ڈالے، طرح دے گئے، رشید اختر کا پتہ بتایا وہ دو ایک مہینے جی بہلا کر لاہور جانے لگے تو ہم مذاق اور ہم مزاج مجید لاہوری کی گود میں ڈال گئے، انہوں نے نکاح کر کے گھر میں ڈال لینے کی حمایت کی اور اس کا خمیازہ بھی بھگتا، وہ اس پر بھی دوسروں کے پہلو گرمانے نکل جاتی"۔ (۳۳)

انیس جیلانی نے اپنے والد مبارک جیلانی کا خاکہ تحریر کیا یہ طویل خاکہ بھی فنی اعتبار سے مکمل نظر نہیں آتا اس کی وجہ یہ ہے کہ جگہ جگہ مبارک شاہ جیلانی کے اپنے بیانیہ ٹکڑے اسے کمزور کرتے ہیں انیس کو اپنے والد کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا تھا وہ چاہتے تو والد مرحوم کی سوانح بھی تحریر کر سکتے تھے لیکن انہوں نے خاکے کو ترجیح دی اپنے پاس موجود مولود کی موجودگی میں انہیں ضرورت نہیں تھی کہ وہ مبارک جیلانی کے بیان کو بھی شامل کرتے ہیں۔ انیس جیلانی کو اس بات کا خود احساس ہے، وہ کہتے ہیں:

"خاکہ تاریخ کی کتاب نہیں ہوا کرتا جس میں جگہ جگہ حوالہ اور صفحہ نمبر حاشیے میں درج ہوتا رہے یہ اور بات ہے کہ اقتباس خرابی سے میرے لکھے ہوئے خاکے بھی لبریز ہیں"۔ (۳۴)

اس کا ایک فائدہ یہ ضرور ہوا کہ مبارک جیلانی کے اپنے بیانیہ ٹکڑوں سے ان کی سوانح کا کچھ حصہ اور ان کے خاندانی پس منظر اور اوائل عمر کے بعض واقعات شامل ہو گئے ہیں جو انیس جیلانی کو کہیں اور سے نہ مل سکتے تھے انیس جیلانی نے ان کے حلیے لباس، انداز گفتگو مشاغل، پابندی وقت، ادب سے لگاؤ ان کا اخلاق سب کچھ فنی انداز میں شامل کر کے مبارک جیلانی کو زندہ جاوید بنا دیا ہے انیس جیلانی کے خاکوں کی ایک اور اہم خوبی مکالمہ نویسی ہے وہ چلتے چلتے عبارت میں کہیں کہیں ایسا مکالمہ لاتے ہیں جس سے نہ صرف تحریر میں نکھار پیدا ہوتا ہے بلکہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے وہ سامنے بیٹھا باتیں کر رہا ہوں مثلاً حیرت شملوی کے ساتھ مکالمہ نویسی کی مثال دیکھیں:

"☆ سگریٹ پیتے ہو؟

نہیں تو!

☆تو پھر جیتے کیوں کر ہو؟''۔

ایک اور مثال قاضی احسان احمد سے مکالمہ کی دیکھیں:

☆آپ ہمارے ہاں آتے نہیں۔

تم بلاتے نہیں تو آئیں کیسے؟

☆یہ تو نہیں بار بار بلا چکا ہوں۔

لو گو دیکھو یہ شخص جھوٹ بول رہا ہے اور صحیح سلامت بیٹھا ہے، ایک زمانے میں جھوٹ بولنے والے کو بخار چڑھ جاتا تھا۔

☆عقیدت مند کہاں چوکنے والا تھا' جی بخار تو نہیں اب پیٹ میں درد ضرور ہو جاتا ہے۔

جھینپ مٹانے کے لئے 'اچھا اچھا اب زیادہ باتیں نہ بناؤ اور میری ٹانگیں دباؤ''۔ (۳۵)

ایک اور اہم خصوصیت انیس جیلانی کے فن کی یہ ہے کہ اس کی نظر زیر و مطالعہ شخصیت کے باطن میں بہت جلد اتر جاتی ہے انسانی زندگی کے وہ گوشے جو عام انسان کی نظر سے اوجھل رہ جاتے ہیں ان کی نظر سے اوجھل نہیں رہ سکتے اسی بدولت جب ہم عبدالمجید سالک کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہماری نظر ابوالکلام آزاد کی ادبی حیثیت سے زیادہ ان کے مذہبی نظریات پر پڑتی ہے وہ ہمیں مرزائیوں کی حمایت کرتے بھی نظر آتے ہیں اور مخالف کرتے بھی' لیکن انیس جیلانی عبدالمجید سالک کے ذریعے ابوالکلام کی باطنی شخصیات نمایاں کر دیتے ہیں مثلاً عبدالمجید سالک انیس جیلانی کے نام خط لکھتے ہیں:

''اب میں کیا عرض کروں مرزائیوں نے آج سے اڑتالیس سال پہلے یہاں کیا تھا کہ مولوی محی الدین آزاد کلکتہ والے جو وکیل کے ایڈیٹر ہیں انہوں نے بے حد ہمدردی کا اظہار کیا ہے اور ہمارے ساتھ امرتسر سے بٹالہ تک گئے جب ہم مرزا صاحب کا جنازہ لئے جا رہے تھے اب اگر مولانا نصف صدی کے بعد اس سے انکار کرتے ہیں تو میرے لئے اس کے سوا کیا چارہ ہے کہ سر تسلیم خم کر دوں''۔ (۳۶)

انیس جیلانی کی خاکہ نگاری کی اپنی خصوصیات کا ذکر نظیر صدیقی ان الفاظ میں کرتے ہیں: ''ایک شخصیت نگار کی حیثیت سے وہ بہت اچھے ادیب بھی ہیں''۔ (۳۷)

پروفیسر نسیم بلوچ لکھتے ہیں کہ:

''الغرض انیس جیلانی نے جو خاکے لکھے ہیں انکی حیثیت مسلم ہے اگرچہ ''آدمی آدمی انتر'' اور نوازش نامے'' کے خاکے آیا وہ اہمیت کے حامل ہیں لیکن ''آدمی غنیمت ہے'' ان کی ایسی کتاب ہے جس کی اہمیت فن خاکہ نگار میں ایسی ہی ہے جیسے آسمان پر سورج اگر کوئی شخص خاکہ نگاری کی تاریخ مرتب کرنا چاہے گا تو انیس جیلانی کی کتاب ''آدمی غنیمت ہے'' کے بغیر خاکہ نگاری کی تاریخ مرتب نہیں کر سکے گا''۔

حواشی وحوالہ جات

1. J.A Caddon, A Dictonary of Literary Terms and Literary Theory, USA: A Johns Sons, Ltds. Publication, 2013, Page: 632

۲۔ گیان چند جین،ڈاکٹر، ''ادبی اصناف''، لاہور،بک ٹاک،۲۰۱۸ء،ص۱۷۷

۳۔ صابر سعید''اردو ادب میں خاکہ نگاری'' ،علی گڑھ،ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس،۲۰۰۹ء،ص۴۱

۴۔ ایضاً،ص۴۳

۵۔ جمیل جالبی،ڈاکٹر،''دیباچہ''مشمولہ،''گنجینہ گوہر''،مصنفہ،شاہد احمد دہلوی،کراچی، مکتبہ اسلوب،۱۹۳۶ء، ص۹،۸

۶۔ عبدالحق،مولوی،ڈاکٹر، ''چند ہم عصر ''،کراچی،اردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۵۹ء،ص۱۲۴

۷۔ یحییٰ امجد''فن اور فیصلے''،لاہور،مطبع عالیہ،۱۹۶۹ء،ص۵۵

۸۔ حسن چشتی،''مجتبیٰ حسین کی خاکہ نگاری''،مشمولہ'' مجتبیٰ حسین کی بہترین تحریریں'' ،(جلد دوم) نئی دہلی، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس،۲۰۰۲ص۱۴

۹۔ انیس جیلانی، ''آدمی آدمی انتر''،صادق آباد،حیرت شملوی اکادمی،۱۹۸۲،ص۵

۱۰۔ انیس شاہ جیلانی''نوازش نامے ''،کراچی،مکتبہ ماحول بہادر شاہ،۱۹۶۵،ص۷

۱۱۔ احمد ندیم قاسمی،''تبصرہ:آدمی غنیمت ہے''،مشمولہ:''فنون''،لاہور،۱۹۹۵ء،ص۳۶۴

۱۲۔ انیس شاہ جیلانی،''آدمی غنیمت ہے ''،صادق آباد،مبارک اردو لائبریری،۱۹۹۴ء،ص۲۰

۱۳۔ احمد ندیم قاسمی،''تبصرہ:آدمی غنیمت ہے''،ص۲۶۴

۱۴۔ انیس شاہ جیلانی،''آدمی غنیمت ہے''،ص۷۷

۱۵۔ ایضاً،ص۲۱

۱۶۔ ایضاً،ص۲۱

۱۷۔ ایضاً،ص۲۰

۱۸۔ ایضاً،ص۱۴۳

۱۹۔ ایضاً،ص۲۴۰

۲۰۔ ایضاً،ص۲۴۷

۲۱۔ ایضاً،ص۱۷۰

۲۲۔ ایضاً،ص۱۸۸

۲۳۔ نسیم بلوچ،''ضلع رحیم یار خان کا علم وادب''،مشمولہ:''بانگ سحر''، ۱۹۹۴ء،ص۱۶۴

۲۴۔ ’’آدمی غنیمت ہے‘‘، ص۵

۲۵۔ ایضاً، ص۸۸

۲۶۔ ’’تبصرہ آدمی غنیمت ہے‘‘، ص۲۶۴

۲۷۔ ’’آدمی غنیمت ہے‘‘، ص۲۰

۲۸۔ ’’تبصرہ آدمی غنیمت ہے‘‘، ص۲۶۴

۲۹۔ ’’آدمی غنیمت ہے‘‘، ص۶۱

۳۰۔ ایضاً، ص۴۲

۳۱۔ ’’تبصرہ آدمی غنیمت ہے‘‘، ص۲۶۵

۳۲۔ ’’آدمی غنیمت ہے‘‘، ص۲۷

۳۳۔ ایضاً، ص۱۵۸

۳۴۔ ایضاً، ص۲۹۰

۳۵۔ ایضاً، ص۱۵۰

۳۶۔ ایضاً، ص۲۰

۳۷۔ ایضاً، ص۱۲۷

۳۸۔ ایضاً، ص۱۲۷

۳۹۔ انیس شاہ جیلانی، ’’خط بنام نظیر صدیقی‘‘، غیر مطبوعہ خط

۴۰۔ ’’ضلع رحیم یار خان کا علم و ادب‘‘، ص۱۶۵